اسلامی اندلس میں کتبخانے اور شائقین کتب

احمد خان (مترجم)

(۲)

جب مولدین* میں اس نئے دین (اسلام) کی محبت بڑھی تو دین اور اس کی زبان کی تعلیم و تدریس میں بھی اضافہ ہوا ۔ دن بدن اس کی طرف توجہ زیادہ ہوتی گئی ۔ پڑھنے کا رجحان عام ہوگیا اور عام لوگوں میں اس کا چرچا ہونے لگا ۔ ابتداء میں اس علمی تحریک کی رفتار بہت سست بلکہ نہ ہونے کے برابر تھی ۔ اور اموی خلفاء کے ابتدائی عہد میں تو اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ مگر عبدالرحمن الداخل کے دور میں جب مخالفین کی مکمل سرکوبی کردی گئی اور سلطنت پوری طرح منظم ہوگئی تو اس تحریک کی رفتار میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ۔ قدرتی طور پر امن و سکون اور منظم زندگی کا دور دورہ ہوگیا ۔ اسلحے اور معرکہ آرائی کی جگہ صنعت و تجارت نے لے لی ۔ ملک میں خوشحالی بڑھی اور برآمد میں اضافہ ہو گیا ۔ نتیجۃً اس عہد میں بیت المال اس قدر بھر گیا کہ ایسی حالت نہ کبھی پہلے ہوئی تھی اور نہ کبھی اس کے بعد دیکھی گئی ۔

دارالسلطنت قرطبہ خوشحالی کے ثمرات سے کچھ زیادہ ھی بہرہ مند ہوا ۔ مدنیت اور آبادی میں بہت ترقی ہونے لگی ۔ وادی الکبیر کے دونوں کناروں پر اونچے اونچے محل اور عمارتیں ابھر آئیں ۔ شہر بہت خوبصورت بن گیا ۔ بازار سڑکیں اور مساجد لوگوں سے بھر گئیں ۔ ایسی حالت میں حکومت کی توجہ رفاہ عامہ کی طرف مبذول ہونے لگی ۔ سڑکیں بنائی گئیں ۔ انتظامی امور کے

---

* غیر عرب والدین کی وہ اولاد جس نے عربوں میں پرورش پائی ۔

لئے پولیس کا محکمہ وجود میں آیا ۔ اعیان سلطنت نے نہروں، کنؤوں اور دیگر عوامی ضرورت کی چیزوں کے بنانے میں دل کھول کر حصہ لیا ۔ الداخل نے نے مدینۃ الزہراء کے بنانے میں بہت شاہ خرچی سے کام لیا ۔ خلفاء کے اس عالمی اور تاریخی شہرت کے مالک شہر کی تعمیر میں مشرق و مغرب کے فنکاروں نے حصہ لیا ۔ بیزنطینی اور جلیقی (Galice) حکومتوں نے نہ صرف ہاتھ بٹایا بلکہ ماہرین فن بھی بھیجے ۔

اس شہر کی علمی شہرت دیکھ کر اندلس اور باہر کے علماء، طالبان علم، نساخ* ، وراق اور تاجر قرطبہ میں جمع ہونے لگے ۔ ان تمام طبقات کے لوگوں کی بدولت یہ شہر صنعت و حرفت اور تجارت کا مرکز بن گیا ۔ طلیطلہ اور شاطبہ میں کاغذ کے کارخانوں کے قیام سے لوگوں کی توجہ کتابوں اور تعلیم و تعلم کی طرف اور بھی بڑھ گئی ۔ یہ شغف روز بروز بڑھتا رہا ۔ ایسے حالات میں شائقین کتب پیدا ہوئے اور مختلف انواع کے کتب خانے کثرت سے وجود میں آنے لگے ۔ اس بحث کی طوالت کے ڈر سے ہم صرف اہم اور بڑے بڑے کتب خانوں پر سرسری نظر ڈالتے ہیں ۔

صاحب کتب خانہ کی عظمت شان، تعداد کتب کی کثرت اور قیمت کے لحاظ سے ان سب میں سب سے اچھا شاہی کتب خانہ تھا ۔ اموی خلیفہ عبدالرحمن اول کے عہد سے، جو خود بہت بڑا ادیب اور شاعر تھا، تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہوا تھا ۔ اندلس میں ایسے لوگ بھی برسراقتدار آئے جو فلسفہ سے دلچسپی رکھتے تھے اور اس کی کتابیں جمع کیا کرتے تھے، جبکہ ان کی رعایا کو اس علم سے کوئی دلچسپی نہ تھی ۔ محمد بن عبدالرحمن کے عہد پر روشنی ڈالتے ہوئے مؤرخین نے بتایا ہے کہ اس عہد میں شاہی کتب خانہ قرطبہ کے کتب خانوں میں سب سے بہتر تھا ۔ عبدالرحمن الناصر کتابوں کا اس قدر

---

* وہ لوگ جو اجرت پر یا ویسے ہی صرف کتابیں نقل کرنے کا کام کرتے تھے ۔

شائق تھا کہ اس کی اس دلچسپی کی شہرت جب بیزنطینی حکام تک پہنچی تو الناصر کی عنایت اور توجہ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے سب سے عمدہ تحفہ جو بھیجا وہ دیسقوریدس* کی کتاب تھی۔ اس کا نسخہ سنہرے حروف سے لکھا گیا تھا اور جڑی بوٹیوں کی تصاویر کو رنگوں سے سجایا گیا تھا۔ اندلسی خلیفہ نے بیزنطینی بادشاہ سے خواہش ظاہر کی کہ اس کتاب کو عربی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے کوئی عالم بھیجا جائے کیونکہ الناصر خود یونانی نہیں جانتا تھا۔ اور وہاں کوئی اچھا عالم نہیں ملا۔ اس پر بیزنطینی بادشاہ نے راھب نقولا کو اس خدمت کے لئے روانہ کیا۔ یہ بات یہاں بیان کرنا بے جا نہ ہوگا کہ قرطبہ میں مسلمان اور یہودی أطباء رہتے تھے اور ان میں اس وقت ابو عبداللہ الصقلی بھی تھے جو یونانی زبان اچھی طرح جانتے تھے وہ اپنے عمیق مطالعہ اور وافر علم کی بدولت اس کتاب میں مذکور تمام بوٹیوں سے واقف ہوگئے بھی تھے مگر بارہ بوٹیوں کو پوری طرح نہ پہچان سکے(۱)۔

جن دنوں الحکم اور محمد دونوں شہزادوں نے ملکی و غیر ملکی اساتذہ کی نگرانی میں حصول علم کا سلسلہ شروع کیا اور کتابوں سے ان کی دلچسپی حد درجہ بڑھ گئی تو وہ اپنے باپ کے کتب خانے پر قانع نہ رہ سکے، اور ان میں اس بات پر مسابقت شروع ہو گئی کہ دونوں میں سے کون زیادہ اور عمدہ کتابیں جمع کرتا ہے۔ چند سال کے بعد شہزادہ محمد کا انتقال ہوگیا تو اس کا کتب خانہ اس کے بھائی الحکم کے پاس منتقل ہوگیا۔ جس میں ان کے والد کا کتب خانہ بھی شامل ہوگیا۔ اس طرح اس ایک کتب خانے میں دونوں بھائیوں اور آبا و أجداد سبھی کے کتب خانے جمع ہو گئے۔

قصر شاھی میں بالالتزام اسپین کے ماھر ترین جلد ساز ھمیشہ کام میں

---

* یہ کتاب جڑی بوٹیوں پر لکھی گئی تھی اور اپنے فن کی بہترین کتاب سمجھی جاتی تھی۔

(۱) Leclerc, L: Histoire de la medecine Arabe. Paris, 1876. Tome I P. 419.

لگے رہتے تھے۔ جن کے ساتھ بغداد اور سسلی کے جلد ساز معاون کے طور پر کام کرتے۔ ان کے علاوہ کتابوں پر تصاویر اور بیل بوٹے بنانے والے بھی ہوتے جو عمدہ لکھی ہوئی کتابوں کو خوبصورت بنانے میں کوشاں رہتے۔ آخر میں یہ کتابیں علماء کی ایک جماعت کے حوالے کی جاتیں جو اصل سے مقابلہ اور تصحیح کا کام کرتے اور اس کے صلے میں بڑے بڑے وظائف پاتے۔ ان علماء میں، جنہوں نے حکم ثانی کے کتب خانے کے لئے مقابلہ اور تصحیح کا کام کیا ہے، قرطبہ کے محمد بن یحیی بن عبد السلام رباحی بھی تھے جو جیان کے باشندے تھے۔ انہوں نے قرطبہ میں سرکردہ علماء سے علم حاصل کیا جن میں حکم ثانی بھی شامل تھے۔ ان صاحب کی وفات رمضان ۳۵۸ھ میں ہوئی ہے(۲)۔ اسی طرح قرطبہ کے ادیب اور عربی زبان کے ماہر اور وراق محمد بن الحسین الفہری اور محمد بن معمر الجیانی، کتابوں کی نقلیں تیار کرنے اور مقابلہ میں مصروف رہتے۔ اس وقت کی مشہور لغت کی کتابیں یہ اصحاب تیار کرتے(۳)۔ ایسے ناقلین کتب جن کی اہمیت شاہ وقت کے نزدیک زیادہ تھی، ان میں سسلی کے عباس بن عمرو بن ہارون (۲۹۵ھ-۳۷۹ھ) سب سے آگے تھے۔ انہوں نے خلیفہ کے لئے بہت سی کتابیں نقل کیں اور ان کی خوبصورت اور عمدہ جلدیں بنائیں(۴)۔ ظفر بغدادی، عباس بن عمرو الصقلی اور یوسف بلوطی بھی ایسے لوگوں میں شامل تھے(۵)۔ مردوں کے علاوہ یہ کام عورتیں بھی کرتیں تھیں۔ لبنی (متوفیہ ۳۹۴ھ)(۶) اور فاطمہ بنت

---

(۲) ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالأندلس. ج ۲ ص ۷۱ ت ۱۲۹۲ -

(۳) ابن الأبار : التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ۱۰۶ ت ۳۶۲؛ الضبی : بغیة الملتمس ص ۶۱ ت ۹۴ -

(۴) ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالأندلس. ج ۱ ص ۳۴۳ ت ۸۸۶ -

(۵) ابن الأبار : التکملة لکتاب الصلة. ج ۱ ص ۳۹۷ ت ۹۳۶؛ المقری : نفح الطیب. ج ۲ ص ۷۶ -

(۶) ابن بشکوال : کتاب الصلة. تحقیق السید عزت العطار الحسینی، ط القاهرة، ۱۹۵۵ء- ج ۲ ص ۶۵۲ ت ۱۵۲۹ -

زکریا بن عبداللہ الکاتب الشیلاری (متوفیہ ۲۴۷ھ) نے خلیفہ کے ہاں کاتب کی حیثیت سے کام کیا ہے(۷) ۔

مہتمم کتب خانہ (Chief Liberarian) کا عہدہ قصر شاہی میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا ۔ جس پر کسی خاص آدمی کو مقرر کیا جاتا جو کتب خانے میں کتابیں تیار کرانے، جمع کرنے اور ان کی حفاظت کا ذمےدار ہوتا تھا ۔ ایسے ہی مہتمم کتب خانے کا، جس کا نام تلید تھا، بیان ہے کہ شاہی کتب خانہ چار لاکھ کتابوں پر مشتمل تھا جس کی فہرست میں صرف کتابوں کے ٹائٹل اور ان کے مصنفین کے اسماء مندرج تھے ۔ یہ فہرست چوالیس اجزاء پر مشتمل تھی اور ہر جز میں پچاس پچاس ورق تھے(۸) ۔

بلا شبہ شاہی کتب خانے کی یہ تفصیلات کسی مبالغے پر مبنی نہیں ہیں، کیونکہ اس میں تین کتب خانے شامل تھے (جن کا ذکر اوپر ہوچکا ہے) ۔ الحکم بہت سی رقم دیکر کتابوں کے تاجروں کو ان کے حصول کے لئے بھیجا کرتا ۔ جو مشرقی ممالک میں نئی تالیف شدہ کتابوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ۔ علاوہ بریں ان کے خاص نمائندے قاہرہ، بغداد، دمشق اور اسکندریہ میں مستقل طور پر کام کرتے، اور جو جو نئی کتابیں ان جگہوں میں تالیف ہوتیں ان سے الحکم کو مطلع کرتے ۔ مستزاد یہ کہ الحکم مولفین سے خود بھی براہ راست رابطہ رکھتے جیسا کہ اس بات سے ظاہر ہے کہ ایک دفعہ الحکم نے ایک مصنف کو ایک ہزار دینار دیکر اس کی کتاب کا واحد نسخہ فوراً خرید لیا ۔ اس عجلت پسندی کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما تھا کہ مصنف کے وطن (ایران) کی بجائے پہلے اندلس میں یہ کتاب منصۂ شہود پر آئے ۔

---

(۷) ایضاً : ج ۲ ص ٦٥٥ ت ١٥٣٦ ۔

(۸) المقری : نفح الطیب. ج ۱ ص ۳۴۹-۲۵۰ ۔

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنے طور پر الحکم کے لئے مشرقی ممالک سے کتابیں اکھٹی کرنے میں مشغول رہتے ۔ ان میں یہ لوگ بھی شامل تھے : ابن حیان اندلسی جو مصر میں مقیم تھے، ان کے علاوہ ابن یعقوب الکندی تھے ۔ بغداد کا مشہور وراق طرخان نامی بھی یہی کام کرتا تھا(۹) ۔

الحکم کی رعایا میں یہ بات عام طور پر مشہور تھی کہ جس شخص کو بادشاہ تک رسائی حاصل کرنی ہوتی یا اس کی نظر میں اچھا مقام حاصل کرنا ہوتا وہ اسے کوئی نادر کتاب جو اس کے کتب خانے میں موجود نہ ہوتی، پیش کردیتا اور اس طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا تھا ۔ الحکم کے عہد کے علماء بھی اپنی تالیفات اور دیگر نادر تصانیف کے نسخے انہیں پیش کیا کرتے ۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے علاوہ قرطبہ کے مسیحیوں کے ایک اسقف نے بھی ''اندلسی مسیحیوں کی عیدوں،، کے بارے میں ایک کتاب پیش کی تھی ۔ یہ بہت عمدہ کتاب تھی اور اس کتاب کی بدولت اس نے الحکم کے ہاں ایک خاص مقام حاصل کرلیا تھا ۔ ابن مفرج نے، جو صوبۂ قرطبہ کے شہر فونتاوریا کے باشندے تھے، الحکم کو اپنی بہت سی تالیفات پیش کیں ۔ انہوں نے مشرق سے بہت سی کتابیں اندلس میں منتقل کیں اور ایک عمدہ کتب خانہ بنایا ۔ ابن مفرج اصحاب علم میں شمار ہوتے تھے ۔ خلیفہ نے انہیں اپنے مصاحبین خاص میں رکھا ہوا تھا(۱۰) ۔ محمد بن الحارث بن أسد الخشنی نے، جو قیروان کے رہنے والے تھے، الحکم کے لئے کئی کتابیں تالیف کیں، جن میں کتاب ''قضاۃ قرطبہ،، بھی شامل ہے(۱۱) ۔ اسی طرح قرطبہ

---

(۹) ابن الأبار : الحلة السیراء. طبعة حسین مونس، القاهره، ۱۹۶۳ء ج ۱ ص ۲۰۲ ؛
Gayangos: The History of the Muhammaden Dynasties in Spain. Apendix Vol. P. XL.

(۱۰) المقری : نفح الطیب. ج ۱ ص ۶۰۵ ۔

(۱۱) ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالأندلس. ج ۲ ص ۱۱۴ ت ۱۴۰۰. یہ کتاب مقالہ نگار نے مع اسپینی ترجمہ شائع کی ہے ۔

کے مطرف بن عیسی الغسانی نے البیرۃ شہر کی بہت عمدہ تاریخ لکھی اور الحکم کی خدمت میں پیش کی۔ اس کتاب کا عنوان تھا: ''المعارف فی أخبار کورۃ إلبیرۃ وأھلھا و فوائدھا و أقالیمھا و غیر ذلك من منافعھا۔ ان صاحب کا انتقال ۳۷۷ھ میں ہوا(۱۲)۔ احمد بن محمد بن فرج، نے جو جیان کے رہنے والے تھے، اپنے کلام کا مجموعہ الحکم کو ھدیۃً بھیجا تھا(۱۳)۔ وادی الحجارۃ کے وراق محمد بن یوسف نے افریقہ کے جغرافیہ سے متعلق ایک کتاب لکھی تھی اور الحکم کو تحفۃً بھیجی تھی(۱۴)۔ الحکم نے ابن الصفار عبداللہ بن محمد مغیث کو اندلس اور مشرق کے اُموی خلفاء کے اشعار کی جمع و تدوین پر مامور کیا اور اسی بنا پر ۳۰۲ھ کی جنگوں میں شمولیت سے اس کو مستثنی قرار دے دیا تھا۔ کتاب کی تکمیل کے بعد ابن الصفار کا اسی سال انتقال ہوگیا(۱۵)

الحکم کی کتابوں سے محبت اور ان کے حصول پر بے دریغ دولت خرچ کرنا دکھاوے کے لئے نہ تھا بلکہ وہ ان کتابوں کو باقاعدہ پڑھا کرتے اور ان پر یاد داشتیں نوٹ کرتے، اور ان کے بارے میں ناقدانہ اظہار خیال بھی کرتے۔ بعد میں آنے والے علماء کے لئے ان کے تحریر کردہ نوٹ بہت کارآمد ثابت ہوئے اور انہوں نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔ الحکم کے یہ نوٹ اس امر کی بین دلیل ہیں کہ وہ عالم کہلانے کے واقعی مستحق تھے۔ وہ اپنے اس عمل سے علم و تحقیق کے اس اونچے مقام پر متمکن ہوئے جہاں کسی دوسرے کے لئے، جسے ایسی ہی کتابیں میسر ہوں، پہنچنا بہت دشوار تھا۔

---

(۱۲) ابن بشکوال: کتاب الصلۃ۔ ج ۲ ص ۵۸۷ ت ۱۳۶۷۔

(۱۳) ایضاً: ج ۱ ص ۱۱ ت ۲؛ الضبی: بغیۃ الملتمس، ص ۱۴۰ - ۱۴۲ ت ۳۳۱۔

(۱۴) المقری: نفح الطیب۔ ج ۲ ص ۱۱۲۔

(۱۵) ابن بشکوال: کتاب الصلۃ ۔ ج ۱ ص ۱۳۷ ت ۵۴۶؛ الضبی: بغیۃ الملتمس۔ ص ۳۱۹ - ۳۲۰ ت ۸۸۴۔

جس عمارت میں الحکم کا کتب خانہ تھا وہ کچھ عرصہ کے بعد ناکافی ہوگئی تو الماریوں میں کتابیں ایک دوسرے کے اوپر رکھ دی گئیں، یہاں تک کہ مزید کتابوں کے لئے بالکل گنجائش نہ رہی۔ چنانچہ کتب خانہ کو دوسری جگہ منتقل کرنا پڑا۔ [اس کتب خانہ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ] اس کے منتقل کرنے میں چھ ماہ لگ گئے جبکہ خاصی تعداد میں لوگ مسلسل اس کام میں لگے رہے۔ سوانح پر لکھی ہوئی کتابوں، مخطوطات جو قدیم اور مشہور نساخوں کے تحریر کردہ تھے اور خاص کتابوں کے منتقل کرنے میں اچھا خاصا وقت صرف ہوا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے ان کی ندرت اور ضخامت پیش نظر تھی۔ مختصر یہ کہ متاخرین میں سے کتابیں جمع کرنے والوں نے اس کتب خانے کے بارے میں یہ کہا ہے کہ: ''ایسا نادر روزگار کتب خانہ اس کرۂ ارض پر کوئی بادشاہ پہلے جمع کرسکا نہ بعد میں''۔ قرطبہ میں ایسے کتب خانے کا وجود کوئی عجیب و غریب بات نہ تھی جس پر بہت حیرانی ہو کیونکہ شاہی خاندان نے اس کے بنانے میں اسی قدر محنت صرف کی تھی جس قدر کہ اس وقت قرطبہ کے لوگ عام طور پر کر رہے تھے۔

اب ہم ان کتب خانوں کا ذکر کرتے ہیں جو عوام‌الناس میں سے ان لوگوں کے پاس تھے جو کافی شہرت یافتہ تھے۔ ان میں ابن فطیس کا کتب خانہ سر فہرست ہے۔ اس کے مالک قرطبہ کے امیر ترین گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ جس محلہ میں رہائش پذیر تھے اس کے تقریباً تمام مکان انہی کی ملکیت تھے۔ موصوف نے کتب خانے کے لئے الگ ایک خاص عمارت بنوائی تھی اس کی تعمیر میں یہ بات مد نظر رکھی گئی تھی کہ ایک خاص جگہ سے کتب خانے کی ساری کتابیں بیک وقت نظر آسکیں۔ اس عمارت کے دروازے، چھت، دیواریں اور کھڑکیاں سب کو ہرے رنگ سے رنگ دیا گیا تھا۔ اسی طرح فرش پر بچھے ہوئے قالین اور ان پر پڑے ہوئے تکیے وغیرہ بھی اسی رنگ کے تھے۔

اس کتب خانے میں چھ نساخ مستقل طور پر لکھنے اور نقلیں تیار کرنے کا کام کرتے رہتے تھے ۔ انھیں معاوضے میں معقول رقمیں دی جاتی تھیں تاکہ وہ اطمینان سے یکسو ہوکر کام کرسکیں اور عجلت کی وجہ سے جو اغلاط اور اسقام رہ جاتے ھیں ان کا خدشہ نہ رہے ۔ اس کتب خانے کے مہتمم شہر کے بڑے علماء میں سے تھے جن کا نام أبو عبداللہ محمد بن عیسی بن محمد ابن معلی بن أبی ثور الحضومی (۳۱۷ھ-۳۹۶ھ) تھا ۔ یہ صاحب محلہ بنی فطیس ھی میں مقیم تھے ۔ دراصل یہ صاحب تھے تو بسطہ کے مگر یہاں اس محلے میں امام مسجد مقرر ہوئے، اسی وجہ سے انہیں یہاں کے لوگوں میں ایک مقام حاصل تھا(۱۶) ۔ الحضرمی کتابوں کی فہرست بنانے اور خاص اور اہم کتابوں کی نقلیں تیار کرنے کا کام بھی کرتے تھے ۔

جب کبھی ابن فطیس کے علم میں آتا کہ فلاں شخص کے پاس امہات کتب میں سے کوئی اصل کتاب موجود ھے تو یہ صاحب اس کتاب کے حصول پر بے دریغ رقم خرچ کردیتے ۔ اس کے لئے دوگنا، سہ گنا بلکہ چارگنا رقم بھی دینے سے گریز نہ کرتے ۔ جب کبھی کسی کتاب کو قیمةً حاصل کرنے میں ناکام ھوجاتے تو اس کو کسی اور واسطے سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ۔ اگر پھر بھی کامیاب نہ ھوتے تو کم از کم اس کتاب کی نقل کرنے یا دوسرے نسخوں سے اس کا مقابلہ کرنے کی اجازت ضرور حاصل کر لیتے ۔ جن اصل کتابوں کے حصول میں یہ صاحب کامیاب ھوجاتے انہیں [ضیاع کے خدشہ کے تحت] کسی کو مستعار دینے کی مطلق اجازت نہ دیتے ۔ کیونکہ انہیں اس کا تلخ تجربہ تھا کہ مستعار لینے والا کتاب کو شاذ و نادر ھی واپس کرتا ھے۔ یہ بات تو عام ھے کہ مستعار لینے والے اکثر بھول جاتے ھیں یا جان بوجھ کر اسے نہیں لوٹاتے ۔ ان صاحب کو اگر کبھی کسی ایسے شخص سے واسطہ پڑتا

---

(۱۶) ابن بشکوال : کتاب الصلة. ج ۲ ص ۵۶ت ۱۰۴۳ ۔

جو کتاب لینے پر سخت اصرار کرتا تو اسے کتب خانے کے عملے سے مطلوبہ کتاب کا دوسرا نسخہ نقل کروا دیتے تاکہ اصل کتاب محفوظ رہے۔

اس قسم کے اخراجات سے مال و دولت میں کمی آتی ہے نہ نقصان پہنچتا ہے۔ ابن فطیس کے شوق کتب کی بدولت اس کی آمدنی کا بیشتر حصہ کتابوں کی نذر ہو گیا تھا۔ بدیں سبب یہ کتب خانہ قرطبہ میں شاہی کتب خانہ کے بعد سب سے بڑا تھا۔ اس ذخیرہ کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ بعد کو ہوا۔ وہ اس طرح کہ جب حالات نے پلٹا کھایا اور اس خاندان کے لوگوں پر برے دن آئے تو وہ اس کے بیچنے پر مجبور ہوئے۔ محلے کی مسجد میں نیلام عام کے ذریعے اسے بیچا گیا اور فروخت کرنے میں ایک سال کا عرصہ لگ گیا۔ اس سے اس وقت کے چالیس ہزار سونے کے سکے (قطعة ذهبية قاسمية) حاصل ہوئے۔ جن دنوں اس قیمتی ذخیرے کی فروخت ہو رہی تھی ان دنوں قرطبہ میں خانہ جنگی بھی شروع تھی۔ ابن فطیس کے حالات کے بارے میں ابن بشکوال نے کسی حد تک تفصیل سے لکھا ہے(۱۷)

جامعین کتب میں سب سے زیادہ مشہور ریہ کا باشندہ قاسم بن سعدان ابن عبدالوارث بن یزید (متوفی ۳۴۷ھ) تھا۔ ابو محمد اس کی کنیت تھی اور قرطبہ میں مقیم تھا۔ اس نے وفات کے وقت اپنا تمام کتب خانہ طلباء کے افادے کے لئے محمد بن محمد بن أبي دلیم کے گھر وقف کردیا تھا(۱۸) ایسے ھی لوگوں میں ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن أسد الجهنی بھی تھے۔ قرطبہ میں سکونت پذیر تھے۔ یہ صاحب کسی ایسے شخص کو کتاب مستعار نہ دیتے تھے جو امانت و دیانت میں پختہ نہ ھوتا۔ ۳۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۹۵ھ میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے(۱۹)

---

(۱۷) ابن بشکوال: کتاب الصلة۔ ج ۱ ص ۲۹۸ - ۳۰۰ ت ۶۸۲ -

(۱۸) ابن الفرضی: تاریخ العلماء والرواة للعلم بالأندلس۔ ج ۱ ص ۴۰۸ ت ۱۰۷۲ -

(۱۹) ابن بشکوال: کتاب الصلة۔ ج ۱ ص ۲۴۱ ت ۵۵۷ -

ان دنوں بعض حضرات معاشی بدحالی کے وقت اپنا کتب خانہ بیچ کر رقم حاصل کرلیتے تاکہ رشتہ حیات کو قائم رکھ سکیں ۔ ابو زکریا یحیی ابن مالک بن عائذ بن کیسان بن عبدالرحمن بن صالح (متوفی ۳۷۵ھ) کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آیا تھا ۔ یہ صاحب طرطوشہ کے رہنے والے تھے ۔ قرطبہ میں آئے اور یہاں جامع مسجد میں درس و تدریس کا کام سر انجام دیتے رہے ۔ ابن الفرضی نے ان کا اپنا بیان نقل کیا ہے، وہ کہتے تھے :

لو عددت اقامتی فی المشرق و عددت کتبی التی کتبت بخطی لکانت
کتبی أکثر من أیامی بہا (۲۰)

(ترجمہ) اگر میں مشرق میں قیام (کے دنوں) کو گنوں اور وہ کتابیں بھی جو میں نے ان ایام میں اپنے ہاتھ سے نقل کی ہیں، تو میری نقل کردہ کتابیں میرے وہاں کے قیام کے دنوں سے زیادہ ہونگی ۔

ان صاحب نے مشرق میں بیس سال گزارے تھے ۔

کتب خانوں کا قیام صرف امراء کا حصہ نہ تھا ۔ بلکہ یہ ذوق ہم کم آمدنی والے لوگوں میں بھی پاتے ہیں، جن کی گاڑھے پسینے کی کمائی پر گذر اوقات تھی ۔ بطور مثال ہم یہاں ایک معلم کے کتب خانہ کا ذکر پیش کرتے ہیں ۔ یہ صاحب جن کا نام محمد بن حزم تھا، بچوں کو پڑھا کر جو کچھ رقم حاصل کرتے اسی سے گزر اوقات کرتے ۔ ان کا ایک بیٹا لڑکوں کو سبق دیتا تھا اور بیٹی لڑکیوں کو پڑھاتی تھی اس طرح یہ دونوں بھی آمدنی میں باپ کا ھاتھ بٹاتے تھے ۔ اس نے اپنی آمدنی کا ایک حصہ کتابوں کی خرید کے لئے مختص کر رکھا تھا ۔ فارغ اوقات میں یہ صاحب دوستوں سے مستعار لی ہوئی کتابوں کو نقل کرتے رہتے ۔ ان کی معاشی حالت، جیسا کہ ظاهر ہے، کتب خانے کے لئے کوئی مہتمم رکھنے کی متحمل نہ تھی ۔ اس کے

---

(۲۰) ابن الفرضی : تاریخ العلماء والرواۃ للعلم بالأندلس. ج ۲ ص ۱۹۱ ت ۱۵۹۹ ۔

باوجود ان صاحب کا کتب خانہ منظم اور مرتب شکل میں تھا۔ بعض اوقات قرطبہ کے ادباء اس سے بہت جلتے تھے جب کبھی یہ صاحب ان کی کتابیں درست کرتے یا کبھی کسی کتاب کا عمدہ اور قیمتی نسخہ مشرق سے اپنے سفر میں لے آتے، جو صرف کتابوں کے حصول کے لئے کیا کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ ان کا لباس اور خوراک سے یہ تاثر قائم ہوتا تھا کہ یہ صاحب کوئی فقیر قسم کے آدمی ہیں، ان کا کتب خانہ ایک نمونے کی چیز تھی۔ اور ایسا عمدہ ذخیرہ کسی محدود آمدنی والے شخص سے بالکل غیر متوقع تھا۔ ابن حزم کی موت بڑے عجیب و غریب اور نیک وقت میں ہوئی جب وہ بحری جہاز سے حج کے لئے جارہے تھے۔ موت کے بعد ان کی لاش کو سمندر میں ڈال دیا گیا(۲۱)

(جاری)

****

(۲۱) ابن الأبار: التكملة لكتاب الصلة۔ ج ۱ ص ۳۵۸ ت ۹۶۳۔